خودکشی

مغربی تہذیب کے علمبرداروں اور ان کے سائنسدانوں کا

ایک پریشان کن مخمصہ

انکی بے لگام ترقی نوعِ انسانی کو تیزی سے خودکشی کی طرف لے جارہی ہے

(مسعو د احمد خان دہلوی)

شعبہ ”موازنۂ مذاہب“ سٹیٹ یونیورسٹی نیویارک (امریکہ) کے دو اسسٹنٹ پروفیسروں مسٹر ساچیکو مراٹا(Mr.Sachico Murata) اور مسٹرولیم سی۔چیٹک (Mr. William C. Chittick) نے مل کر اسلام پر ایک تعارفی کتاب لکھی ہے۔نام ہے کتاب کا "The Vision of Islam" (یعنی فراست پر مبنی اسلام کا تصور) اس کتاب کو لندن اور نیویارک کے I.B.Tauris نامی پبلشرز نے پہلی بار ۱۹۹۴ئ میں شائع کیا اور سات سال بعد اس کا دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۱ئ میں منظرِ عام پر آیا۔قریباً پونے چار سو صفحات پر مشتمل اس کتاب میںاسلام کی تعلیم اور اس کے اخلاقی وروحانی پہلوئوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔جارج واشنگٹن یونیورسٹی کے سید حسین نصر نے اسے مغربی ممالک کے رہنے والوں کو اسلام سے متعارف کرانے والی کامیاب ترین کتابوں میں سے ایک قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو کتاب مذکور کے ٹائٹل کے آخری صفحہ پر مندرج تبصرہ)

نوع انسانی کو

خودکشی کی طرف لے جانے والی مغربی تہذیب

فی الوقت کتاب ہٰذا کے مندرجات پر تفصیلی تبصرہ کرنا ہمارے پیش نظر نہیں۔ ہم علی الخصوص جس بات کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ مصنفین نے کتاب کے دسویں باب The Contemporary Situation(یعنی عصرِ حاضر کی صورتِ احوال اور اس کی کیفیت) میں اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ انہوں نے کتاب کس نقطۂ نگاہ سے لکھی ہے۔ان کا کہنا یہ ہے کہ مغرب میں شائع ہونے والی ہر تعارفی کتاب میں زیادہ

تر مسلمانوں کی تاریخ کے مختلف ادوار اور عروج وزوال کے نقطۂ نگاہ سے ان کی کیفیت پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔اکثر تعارفی کتابوں میں اس امر پر زور دیا جاتا ہے کہ مسلمان کس صورت احوال سے دوچار ہوتے چلے آرہے ہیں اور خاص طور پر اس زمانے میں انہیں کن مسائل کا سامنا ہے۔اکثر کتابوں میں یہ معلوم کرنے کی بہت کم کوشش کی جاتی ہے کہ اسلام کی معیاری تہذیب کے خدوخال کیا ہیں۔یا یہ کہ اسلام نے نوع انسانی کو کیا تعلیم دی او راس کی نوعیت و اہمیت کیا ہے۔مصنفین نے لکھا ہے عۃ جو کچھ دوسرے مغربی مفکرین لکھتے رہے ہیں اسے دہرانا ہمارا مقصد نہیں ہے اور نہ ہی یہ امر ہمارے مدنظر ہے کہ ہم مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کے موجودہ منظر نامہ کو ایک خاص نقطۂ نظر سے اس طرح بیان کریں جس سے عصری جذبات واحساسات کی عکاسی ہوسکے۔ہماری کوشش تو یہ ہے کہ اس امر پر روشنی ڈالی جائے کہ مسلمانوں کے عالمی منظر نامہ کے آثار وشواہد کی روسے جن پر توحید کا عقیدہ آج بھی چھایا ہوا ہے ان کی تاریخ کا کس طرح اور کس رنگ میں مطالعہ کیا جائے۔مختصر یہ کہ یہ معلوم کیا جائے کہ مسلمانوں کی عصری تاریخ کے بارہ میں خود اسلام ہمیں کیا بتاتا ہے۔

یہ واضح کرنے کے بعد مصنفینِ کتاب نے ترقی یافتہ مغربی ذہنوں کی عکاسی کرتے ہوئے ایک عجیب وغریب لیکن حقیقت کے بہت قریب بات پر روشنی ڈال کر ان کے ایک پریشان کن مخمصہ اور اس کے ہولناک خدشات کا بہت موثر انداز میں ذکر کیا ہے اور پھر آگے چل کر اسلامی تہذیب کے بنیادی عناصر کی طرف اشارہ کرکے بہت ملفوف انداز میں مغربی دنیا کو راہِ نجات دکھائی ہے۔انہوں نے کہا تو یہ ہے کہ مسلمان اسلامی تہذیب کے بنیادی عناصر کو اپنا کر اور ان پر کماحقہ عمل پیراہو کر اس مخمصے اور اس کے خدشات سے بچ سکتے ہیں جو آج مغرب کو درپیش ہیں ۔لیکن اگر دیکھا جائے تو اس میں خود مغربی اقوام کے لئے ایک بہت بڑا سبق مضمر ہے اوراس سبق کے ساتھ ہی خود اہل مغرب کی اپنی راہ نجات وابستہ ہے۔پہلے ہم مغربی اقوام کو درپیش مخمصے اور خدشات کا ذکر خود مصنفین کے اپنے الفاظ میں کرتے ہیں۔وہ لکھتے ہیں:۔

Until recently, most Westerners simply took it for granted that progress was a fact of" human existence and that the non-Western world would have to follow on the heels of the west to survive in the modern world.Given the events of the twentieth Century, more and

more reflectve people have come to doubt whether progress is indeed an intrinsic good . Many people now ask if the course of technological development persued by Western Society was wise choice. Scientists in all sorts of fields ask whether the present course of progress is not the quickest way for the human race to

(commit suicide".(pp 331.332

یعنی ابھی حال کے قریبی زمانہ تک اکثر اہل مغرب کے نزدیک یہ ایک طے شدہ بات تھی کہ نوعِ انسانی کا اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے ترقی کرنا ضروری ہے۔سو گویا درجہ بدرجہ ترقی کرتے چلے جانا بقائے انسانی کی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے اور یہ کہ فی زمانہ تمام غیر مغربی اقوام کے لئے اپنی بقا کی خاطر مغرب کے نقوشِ قدم پر چل کر ترقی کرنا ناگزیر ہے۔لیکن بیسویں صدی میں پیش آنے والے واقعات کے پیشِ نظر مغرب کے غور و فکر کرنے اور تدبر سے کام لینے ولے زیادہ تر اشخاص اب اس شک وشبہ میں مبتلا ہوچکے ہیں کہ کیا واقعی ترقی کرنا بنیادی طور پر ایک اعلیٰ اور حقیقی خوبی ہے۔بہت سے لوگ اب ایک دوسرے یہ پوچھتے نظر آتے ہیں کہ کیا مغربی سوسائٹی کا مشینی اور تکنیکی ترقی کی راہ کو اپنے لئے منتخب کرنا عقلمندی پر مبنی تھا۔ہر قسم اور ہر نوع کے میدانوں میں مصروف ِکا رسائنسدان اب ایک دوسرے سے یہ سوال کررہے ہیں کہ کیا ہماری ترقی کی موجودہ راہ وہ راہ نہیں ہے جس پر چل کر نوعِ انسانی ازخود جلد تر اور تیزی سے خود کشی کی طرف بڑھ رہی ہے۔

امن وسلامتی کی حقیقی راہ

مغربی اہل فکر حتیٰ کہ خودان کے سائنسدانوں کی سوچ کو واشگاف الفاظ میں آشکار کرنے والا مندرجہ بالا اقتباس پکار پکار کر کہہ رہاہے کہ ان کی موجودہ سائنسی اور تکنیکی ترقی انہیں نوع انسانی کی مکمل تباہی کی طرف لے جارہی ہے ۔خود کردہ را چہ علاج کی رو سے نیستی کی آئینہ دار یہ مکمل تباہی خود کشی کے مترادف ہے۔اس ہمہ گیر اور مکمل تباہی کے تصور نے انہیں لرزہ بر اندام کر رکھا ہے۔وہ پہلے ہی بیسویں صدی عیسوی میں دو عالمگیر جنگوں کی ہولناک تباہیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ اور بھگت چکے ہیں۔ان جنگوں کے بعدعالمگیر سطح پر تباہی پھیلانے والے اور کل موجودات کو بھسم کرکے نابود کردینے والے پہلے سے کہیں بڑھ کر ایسے ایسے ہولناک ہتھیار معرض وجود میں آچکے ہیں نیز بیک

وقت دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تباہی پھیلانے ولے فہم وا دراک سے بالا ایسے ایسے سریع الاثر طریقے ایجاد ہوچکے ہیں کہ خود یہ ہتھیار ایجاد کرنے والے اور دوسروں پر تباہی مسلط کرنے کی صلاحیت سے اپنے آپ کو بہرہ ور کرنے والے اپنی اپنی جگہ کچھ کم فکر مند نہیں ہیں۔فکر انہیں یہ لاحق ہے کہ اگر تیسری عالمگیر جنگ چھڑی اور بحالتِ موجودہ اس کا ایک نہ ایک دن چھڑکر رہنا ناگزیر ہوتا جارہا ہے تو بچے گا کون؟سب کچھ فنا کے گھاٹ اُتر جانے سے فتح وشکست کے لفظ بے معنی ہوکر رہ جائیں گے۔

کتاب ہذا کے مصنفین نے ہلاکت خیز ہتھیار جمع کرنے کی دوڑ کے ختم ہونے پر زور دینے کے بعد اس امر پر زور دیا ہے کہ دوسری قوموں کا مغربی قوموں کے نقشِ قدم پر چل کرترقی کے خواب دیکھنا مغربی قوموں کی طرح خود تباہی کو دعوت دینے اور تباہی پھیلانے میں حصہ دار بننے کے مترادف ہوگا۔امن وسلامتی کی راہ وہی ہے جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے اور جیسا کہ انہوں نے قرآن مجید کے حوالوں سے استنباط کرکے بتایا ہے وہ تعلیم تین باتوں پر مشتمل ہے۔اول اطاعتِ خداوندی ،دوم ایمان ویقین، اور سوم حسن واحسان۔مصنفین نے تو یہ بات صرف مسلمانوں کے لئے کہی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں تمام بنی نوع انسان کے لئے ہلاکت خیز ایجادات کے نہ ختم ہونے والے سلسلہ سے نجات انہی تین قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے میں مضمر ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ ہلاکت خیزا یجادات مغرب میں معرض وجود میں آئی ہی اس لئے ہیں کہ اہلِ مغرب دہریت کی رومیں بہہ کر ایمان باللہ سے عاری ہوگئے ہیں۔جب ہستی باری تعالیٰ پرایمان ہی مفقود ہوگیا تو خوف خدا اور اس کی پاک تاثیرات سے بھی وہ محروم ہوگئے اور مادر پدر آزاد ہوکر حسن واحسان ایسے عافیت بخش خُلق کو اپنے ہاتھوں ملیا میٹ کربیٹھے۔ ایسی صورت میں وہ نوع انسانی پر ہلاکت مسلط کرنے سے کیسے باز رہ سکتے تھے۔

مصنفین نے اس امر کا بھی ذکر کیا ہے کہ تواضع کی راہ پر گامزن ہوتے ہوئے ان تینوں اوصاف کے مابین حسین توازن وتناسب کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔انہوں نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ ان تین صفات سے متصف ہونے میں حقیقی توازن وتناسب بانیٔ اسلام (حضرت)

محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں پایا جاتا تھا۔انہوں نے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ زمانہ ٔمابعد کے مسلمان فاتحین(جبکہ خلافت موروثی بادشاہت میں بدل چکی تھی) اپنے اندر اس توازن کوبرقرار نہ رکھ سکے اور ہوتے ہوتے بالآخر ان صفات

سے عاری مسلمانوں کو بھی ایک شکست کے بعد دوسری شکست سے دو چار ہونا پڑا اور آخر کار اٹھارویں صدی میں مسلمانوں نے مغربی طاقتوں کی برتری سے عاجز آکر ان کے لئے میدان خالی چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغربی طاقتیں ہر قسم کی اخلاقی قیود سے تہی دست ہو کر ترقیٔ معکوس کی طرف قدم بڑھاتی چلی گئیں اور اب تباہی کی طرف بڑھتی چلی جارہی ہیں۔انہوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ایسی ترقی سے جو نوع انسانی کی مکمل ہلاکت پر منتج ہونے والی ہو تو بہ ہی بھلی یعنی ہلاکت خیزیوں کی حامل ایسی نام نہاد ترقی سے پسماندہ رہنا ہی بہتر۔اردو محاورہ کی رو سے کہا انہوں نے یہ ہے کہ بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔بقول ان کے اس زمانہ میں غیر ترقی یافتہ مسلمانوں میں بالعموم دو طرح کے لوگ آگے آرہے ہیں ایک جدید تعلیمیافتہ جو مغربی ملکوں کے نقشِ قدم پر چلنے کو زندگی کی معراج سمجھتے ہیں اور وہ اس امر سے بے پرواہ ہیں کہ ایسا کرنا خودکشی پر منتج ہونے والی تباہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔دوسرے نمبر پر مسلمانوں میں جنونی قسم کے مذہبی رجعت پسند اور بنیاد پرست اہمیت اختیار کر رہے ہیں جو حسن واحسان کے وصف سے قطعی طور پر عاری ہیں حالانکہ اسلام نے اطاعتِ خداوندی اور ایمان ویقین کے بعد حسن واحسان پر بہت زور دیا ہے۔کتاب کو انہوں نے ان الفاظ پر ختم کیا ہے:۔

Islam Is a great religion. We do not mean to imply that nothing is left but deviation " from the harmonious balance of SLAM, IMAN and IHSAN. There are Muslims through out the Islamic world who know that Islam needs to be lived on all levels. If they are not apparent before the public gaze, this should not surprise anyone. We all know what is impor- tant in the eyes of the modern world and we all know that the very nature of the modern media demands noise and tumult. Peace, harmony and ".equilibrium do not make news

(pp 334.335)

یعنی یہ کہ " اسلام ایک عظیم مذہب ہے۔ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ اطاعت خداوندی ، ایمان ویقین اور حسن واحسان میں توازن برقرار رکھنے سے انحراف کے سوا مسلم دنیا میں اسلام کا کچھ باقی نہیں رہا (مذکورہ انحراف کے

باوجود اسلامی دنیا میں) ایسے مسلمان اب بھی موجود ہیں جو بخوبی اس امر سے آگاہ ہیں کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر سطح پر اسلام پر پورا پورا عمل کیا جائے۔اگر ایسے (نادر روزگار) لوگ عوام کی نظروں سے اوجھل ہیں تو اس سے کسی کو حیران یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ہم سب جانتے ہیں کہ فی زمانہ دنیائے جدید کی نگاہوں میں اہمیت کس چیز کو حاصل ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جدید ذرائع ابلاغ کی ضرورت اور طلب کیا ہے۔ انہیں مطلوب ہے شور وغوغا اور ہنگامہ آرائی۔امن ، ہم آہنگی اورتوازن کے آئینہ دارواقعات اخباروں اور دیگر ذرائع ابلاغ میں جگہ نہیں پاتے"۔

مندرجہ بالا اقتباس میں کتاب مذکور کے مصنفین نے یہ امر ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ ہر چند کہ اسلامی دنیا نے بالعموم اطاعتِ خداوندی، ایمان ویقین اور حسن واحسان کے اوصاف میں توازن سے انحراف اختیار کرلیا ہے اور اس بنا پر بظاہر اسلام ایسے عظیم مذہب کی مقصدیت مفقود ہوچکی ہے۔بایں ہمہ اسلامی دنیا میں اب بھی خاصی تعداد میں ایسے لوگ موجود ہیں جو خاموشی سے زندگی کے ہر ہر گوشہ میں اسلام پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اطاعت خداوندی ، ایمان ویقین اور حسن واحسان کے مابین توازن برقرار رکھنے میں کوشاں ہیں لیکن اس ہنگامہ پر ور دنیا میں وہ لوگوں نگاہوں سے اوجھل ہیں اور اوجھل اس لئے ہیں کہ آجکل کے ذرائع ابلاغ خاموشی سے جاری رہنے والی مساعی کا نوٹس لینے اور انہیں اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ان کے نزدیک اگر اہمیت حاصل ہے تو شور وغوغا کے آئینہ دار ہنگامہ پر ور واقعات کو حاصل ہے اور توازن سے عاری ایسے ہنگامہ پر ور واقعات ہی خبروں میں جگہ پاکر اخبارات کی زینت بنتے اور لوگوں کی نگاہوں میں آتے ہیں۔اسی لئے خاموش انقلاب کے داعی مسلمان جو امن وسلامتی اور توازن وتناسبِ باہمی کی راہ پر گامزن ہیں ان سے اور ان کی پرامن عملی مساعی سے دنیا والے بالعموم بے خبر ہیں اور جو بے خبر نہیں بھی ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی محدود و غیر محسوس مساعی انقلابِ نو یا اسلام کی نشأۃ ثانیہ پر منتج نہیں ہوسکیتں۔

امن وسلامتی کے

علمبرداروں کی نشاندہی

سوال پیدا ہوتا ہے کہ عام بدعملی

وکج روی اور گم گشتگی وگمراہی کے موجودہ زمانہ میں جبکہ مغربی تہذیب کے ایجاد کردہ انتہائی ہلاکت خیز اور بربادی افگن ہتھیاروں کے نتیجہ میں پھیلنے والی ارض گیر امکانی تباہی کی وجہ سے انسانیت تیزی سے خودکشی کی طرف رواں دواں ہے اسلامی دنیا کے وہ کون سے معدودے چند راست رو اور مستقیم الحال افراد ہیں جو اس زمانہ میں بھی اطاعت خداوندی ، ایمان ویقین اور حسن واحسان کے اوصاف سے متصف ہیں اور جن سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ ایک نہ ایک دن دنیا کی کایا پلٹ کر تاریخ کے دھارے کا رخ موڑدیں گے ؟ سو ساری اسلامی دنیا چھان مارو سوائے جماعت احمدیہ کے اسلامی تعلیم پر کما حقہٗ عمل کرنے ولے ایثار پیشہ افراد کے اور کوئی نہیں ملے گا جو عالمگیر پیمانہ پر لوگوں کو ان انقلاب انگیز اسلامی اوصاف سے متصف کرنے کی منظم ومربوط اور نتیجہ خیز مساعی میں ہمہ تن مصروف ہو۔ہر مسلمان ملک میں یا تو اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد ملیں گے جو ہلاکت کی طرف لے جانے والے مغربی طور طریقوں کے مطابق نام نہاد ترقی کے خواہاں ہیں یا دنیا کے معروضی حالات اور عالمی سطح پر پنپنے والے خطرات سے بے خبر رجعت پسند ملّاں اور ان کے زیرِ اثر نیم خواندہ انبوہ کثیر کے افراد ملیں گے جو دنیا کو امن وآشتی کی فضائوں کی طرف آگے لے جانے کی بجائے اپنے خود ساختہ طریقوں کے مطابق پیچھے کی طرف لے جانے والی سعیٔ لا حاصل کے دلدادہ نظر آئیں گے۔پھر یہ متضاد نظریات اور عملی اطوار کے حامل دونوں گروہ ہر اسلامی ملک میں الگ الگ اپنے طورپر مصروف کار ہیں اور اپنے اپنے ملک کی سیاست میں الجھے ہوئے ہیں اور حکومت پر قبضہ کو اصلاحِ احوال کا ذریعہ سمجھتے ہیں اسی لئے ہر جگہ ایک دوسرے کے ساتھ تصادم کا شکار نظر آتے ہیں۔سیاست میں دخل اندازی اور باہمی تصادم کی

کار فرمائی کے نتیجے میں ہر ملک کے اندر علیحدہ علیحدہ جو کوششیں کی جارہی ہیں وہ حصول مقصد میں ناکامی کی وجہ سے رائیگاں جارہی ہیں،اور کیوں نہ رائیگاں جائیں جبکہ کردار سازی سے دونوں ہی کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔اس کے بالمقابل جماعت احمدیہ جسے خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب اور افضل ترین رسولِ مقبول ﷺ کی پیشگوئی کے بموجب اپنے مبعوث کردہ مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ خود قائم کیا ہے سیاست سے کنارہ کش رہتے ہوئے دنیاکے اکثر ممالک میں اعلائے کلمۂ اسلام کے کام میں مصروف ہے اور ہر قوم اور ہر ملک کے نو مسلموں کو اطاعتِ الٰہی ، ایمان ویقین اور حسن واحسان کے انقلاب آفریں اسلامی اوصاف سے متصف کرنے کااہم فریضہ انجام دینے میں مصروف ہے۔اسی لئے اس کی مساعی کے بین الاقوامی سطح پر نہایت خوشکن نتائج ظاہر ہورہے ہیں۔اور بیک وقت ہر ملک اور ہر قوم میں ایسی پنیری تیار

ہورہی ہے جس سے اطاعت ِ الٰہی، ایمان ویقین اور حسن واحسان کے لہلہاتے ہوئے کھیت پورے کرۂ ارض کو ڈھانپ کراس کی کایا پلٹ دیں گے۔اس طرح وہی بنی نوع انسان جو آج مغربی تہذیب کی ہلاکت آفریں ایجادات کی بدولت خودکشی کی سمت میں بڑی تیزی اور برق رفتاری سے بڑھ رہے ہیں وہ صلح وآشتی کے علمبردار بن کر دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کا موجب بنیں گے۔

یہ ہمارے اندازے یا کھوکھلے دعوے نہیں ہیں بلکہ یہ امن کے اس شاہزادۂ والاتبار یعنی مسیح ِموعود علیہ السلام کی پیشگوئی ہے جسے خدا نے بھیجا ہی اس لئے ہے کہ وہ نوع انسانی کو خودکشی کی حرام موت سے نجات دلائے اور روئے زمین کے انسانوں کو ایسے اسلامی اوصاف سے متصف کرے کہ وہ دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کا اہم اور عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیں۔یہ انقلاب احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے غالب آنے سے ہی رونما ہوگا۔اسی لئے حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے ایک دنیا کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

”خداتعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گااور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کردیں گے۔اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گااور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہوجاوے گا۔بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گااور اپنے وعدے کو پورا کرے گا۔اور خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھواور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا“۔

(تجلیات الٰہیہ صفحہ۱۸،۱۷)

خدا تعالیٰ کے اس عظیم الشان ماموروِ مرسل کے ماننے والے نہ صرف خود اطاعت الٰہی ، ایمان ویقین اور حسن واحسان کے اسلامی اوصاف سے متصف ہیں بلکہ دنیا بھر میں اس مامور ومرسلؑ پر ایمان لانے والے دوسرے لوگوں کو بھی ان اوصاف سے متصف کرتے چلے آرہے ہیں۔وہ چونکہ ہنگامہ آرائی سے مبّرا ہوتے ہوئے خاموش انقلاب برپا کرنے میں مصروف ہیں اس لئے دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ انہیں اہمیت دینے اور ان کے ذریعہ رونما ہونے والے خاموش انقلاب کی تشہیر کرنے سے گریزاں ہیں اور یہ اپنے کام میں خاموشی سے مگن رہنے والے ایثار پیشہ افراد کروڑوں میں ہونے کے باوجود دنیا کے ہنگامہ پرور اربوں افراد کی نگاہوں سے ہنوز اوجھل ہیں۔لیکن یہ اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی مذکورہ بالا پیش خبری اول دن سے پوری ہوتی چلی آرہی ہے۔یہاں تک کہ اب جماعت احمدیہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچ چکی ہے اور سال بہ سال ان کروڑوں میں کروڑوں ہی کا اضافہ ہوتا چلا آرہا ہے۔یہ اضافہ توپ وتفنگ ، طبلِ جنگ اور ہنگامہ پرور شورو آہنگ کے ذریعہ نہیں بلکہ نرمی اور اخلاق اور دعائوں پر زور دینے سے ہورہا ہے۔جب یہ غلبہ اپنے کمال کو پہنچے گا یعنی کیا مشرق کے اور کیا مغرب کے سب نیک فطرت لوگ توحید کی طرف کھنچے چلے آئیں گے تو ہلاکت خیز اور بربادی افگن ہتھیاروں اور ان کے پہاڑ نما انباروں کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا۔نہ صرف یہ کہ نوع انسانی کی اجتماعی خودکشی کے اعادہ کا خطرہ ہمیشہ کے لئے ٹل جائے گا بلکہ سب نیک فطرت انسان ابدی زندگی کے وارث قرار پائیں گے۔انسانیت کے سروں پر منڈلانے والے موت کے بھیانک سائے کالعدم ہوجائیں گے اور سمندروں کی لہروں کی طرح زندگی کی لہریں ٹھاٹھیں مارتی نظر آئیں گی۔لیکن دنیا کی کایا پلٹ دینے والے ایسے انقلاب چٹکی بجانے یا چھو منتر کی پھونک مارنے سے بپا نہیں ہوا کرتے ۔یہ انقلاب پہلے غیر محسوس طور پر چلنے والی ہلکی ہلکی ہوائوں کی طرح ایک ابتدائی نقطہ کے طور پر جنم لیتے ہیں۔دنیا اپنے ہنگامہ پرور فتنوں کو ہوا دینے اور پھیلانے میں مشغول رہتی ہے جیسا کہ آجکل بھی وہ مشغول ہے لیکن وہ خدا ئی تقدیر کے مطابق انقلاب عظیم کی حامل چلنے والی ہلکی ہلکی ہوائوں اور ان سے پید اہونے والے غیر محسوس ارتعاش سے بے خبر ہوتی ہے جیسا کہ اب بھی ہے۔لیکن انقلابی تبدیلیوں پر نگاہ رکھنے والے دنیوی علوم کے ماہران ہلکی ہلکی ہوائوں اور ان سے پیدا ہوتے اور رفتہ رفتہ بڑھنے اور بڑھتے چلے جانے والے ارتعاش کو بالآخر محسوس کرنا شروع کردیتے ہیں اور پھر اپنے اس احساس کو ظاہر کرنے لگتے ہیں۔مغرب کی اس ہنگامہ پرور گناہ آلود زندگی کے شور وغوغا میں سٹیٹ یونیورسٹی آف نیویارک کے پروفیسروں کی شائع ہونے والی جس کتاب کا ہم نے اس مضمون کے آغاز میں

ذکر کیا ہے وہ دراصل جماعت احمدیہ کے ذریعہ رونما ہونے والے عالمگیر روحانی انقلاب کا احساس دلانے والی ایک غیر مرئی کوشش ہی تو ہے۔اس غیر مرئی کوشش کا کتابی شکل میں منظرِ عام پر آنا اس امر کا ایک (خواہ وہ کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو) عملی ثبوت ہے کہ وہ دن ضرور طلوع ہوگا جب اسلام کے روحانی انقلاب سے متعلق خدائے قادروعزیز کا بار بار خبر دینے والا مذکورہ بالا کلام بہ تمام وکمال پورا ہوگا۔فسق وفجور کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مغربی سمندر خشک ہوکر خدا کے نور سے بھرے گا اور ضرور بھرے گا اور یہ نور ساری دنیا میں پھیل کررہے گا۔خدا کے فضل کو کون ٹال سکتا ہے ۔لَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ۔

(الفضل انٹرنیشنل (۱۱)۵؍جولائی ۲۰۰۲ءتا ۱۱؍جولائی ۲۰۰۲ء)